توحیدِ الوہیت

(۳)

از جناب ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی بیرسٹر ایٹ لا
صدر شعبۂ فلسفہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

دیکھو حق تعالیٰ اپنے بندوں کو دعا کا حکم فرما رہے ہیں۔ اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ حِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (پ۸ع۱۴) دوسری جگہ ارشاد ہے:۔ وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۚ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ يْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (پ۸ع۱۴) ان آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کو اپنے بندوں سے مطلوب ہے۔ اسی سے دعا کا عبادت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس کی مزید توثیق اس امر سے ہوتی کہ غیر کو پکارنے سے منع فرما رہے ہیں۔ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (پ۲۹ع۱۱) نیز حکم ہے۔ وَلَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (پ۹ع۱۶) پھر دعا کو اپنے ہی لئے مخصوص کر رہے ہیں۔ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ (پ۱۳ع۸) طرح اثباتاً و نفیاً دعا کو حق تعالیٰ اپنی ہی ذات کے لئے مخصوص فرما رہے ہیں اور اپنے سوا کسی کو کے لائق نہیں قرار دے رہے ہیں یعنی منادی صرف حق تعالیٰ ہی ہیں! پھر دعا کا حکم دے کر اس کو ف طور پر عبادت قرار دیا گیا ہے:۔ ادعونی استجب لکم (پ ع)

اسی طرح جب دعا کا عبادت ہونا آیاتِ قرآنیہ سے ثابت ہوا تو اب احادیثِ نبویہ پر ایک نظر و جو دعا کو عینِ عبادت قرار دے رہی ہیں۔

(۱) عن نعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ صلعم: "الدعاء ھو العبادۃ" ثم قرأ وقال م ادعونی استجب لکم (رواہ احمد والترمذی وابوداود والنسائی وابن ماجہ) یعنی دعا عبادت ہی تو ہے

تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو تذلل ظاہر کرتے بھی اور چپکے چپکے بھی واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں جو حد سے نکل جاویں

۷

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ادعونی استجب لکم۔ اس آیت کے پڑھنے سے مراد یہ ہے کہ دعا کے عبادت ہونے کا سبب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کا حکم کیا ہے۔

(۲) عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلعم "الدعاء مخ العبادۃ" (رواہ الترمذی) یعنی دعا مغز ہے عبادت کا، جس طرح مغزِ شئی، شے کی حقیقت ہوتا ہے اسی طرح دعا یعنی خضوع وخشوع وتذلل کے ساتھ پکارنا عبادت کی حقیقت ہے اور اس لئے مخصوص ہے حق تعالیٰ ہی کے ساتھ جو مجیب الدعوات ہیں۔

(۳) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم "من لم یسأل اللہ یغضب علیہ" (رواہ الترمذی) یعنی جو اللہ سے نہ مانگے اس سے اللہ ناراض ہوتا ہے، جب اللہ سے نہ مانگنا غصہ کا باعث ہوتا ہے تو اس سے نہ مانگ کر اوروں سے مانگنا تو اور زیادہ غضب ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دعا اللہ تعالیٰ کو کس قدر محبوب ہے۔

جب دعا کا عبادت ہونا ثابت ہوگیا تو اب صاف ظاہر ہے کہ غیر اللہ سے دعا کا مانگنا شرک ہے، شرک فی العبادت ہے۔ اس مقصد کے لئے آیات قرآنیہ کا پیش کرنا ضروری نہیں لیکن مزید تقویت کے لئے چند آیات پر غور کرلو:

(۱) وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ "یعنی مت پکار اللہ کے سوا ایسے کو کہ نہ بھلا کرے تیرا اور نہ برا، پھر اگر تو ایسا کرے تو تو بھی اسی وقت ظالموں میں ہو جائے گا" (پ ۱۱ ع ۱۶)

جلبِ منفعت و دفعِ مضرت کے لئے غیر اللہ کو دور دور سے پکارنا، اپنی حاجتوں اور ضرورتوں کو ان سے عرض کرنا اور اس طرح ان کی پرستش کرنا بڑے ظلم وستم کی بات ہے، کیونکہ جس اللہ کی قدرت میں بندہ کا نیک و بد، نفع و نقصان سب کچھ ہے اس پروردگار کو چھوڑ کر اس سے منہ موڑ کر ایسی ہستیوں کی طرف متوجہ ہونا اور ذلت وفقر کی نسبت ان سے جوڑنا جو نہ کسی کے نفع پر قادر ہیں اور نہ نقصان پر، اس سے بڑھ کر دنیا میں ظلم وستم کیا ہو سکتا ہے۔ شرک ہی سب سے بڑا ظلم ہے۔ ان الشرک لظلم عظیم (پ ۲۱ ع ۱۱)

یہاں ایک شبہ کا ازالہ ضروری ہے۔ بعض مفسرین نے "دون اللہ" اور "غیر اللہ" کی توجیہ میں

اصنام واوثان کا ذکر کر دیا ہے۔ اس لئے بعض شرک پسندوں نے یہ سمجھ لیا کہ شرک اس وقت ہوگا جب بتوں سے دعا کی جائے۔ انبیاء واولیاء سے دعا کرنا، مرادیں مانگنی شرک نہیں۔ یہ صریحاً غلط ہے اور اس کی دو وجہیں ہیں۔

(۱) علمِ اصول کا یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ "العبرة بعموم الالفاظ لا بخصوص الموارد" یعنی اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوصِ موارد کا، غیر اللہ اور دون اللہ دونوں عام الفاظ ہیں۔ اللہ کے سوا جتنی مخلوقات ہیں سب ان میں داخل ہیں۔ خواہ ولی نبی ہو، یا بھوت پری، چنانچہ بیضاوی اس آیت کی تفسیر میں کہ قل ادعوا الذین زعمتم من دونہ لکھتے ہیں کہ "قل ادعوا الذین زعمتم انہم الھۃ من دونہ کالملٰئکۃ والمسیح وعزیر۔ یعنی ان لوگوں کو پکارو جن کو تم نے معبود سمجھ رکھا ہے اللہ کے سوا جیسے ملائکہ، مسیحؑ و عزیرؑ۔ اس سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ جو ملائکہ اور انبیاء کو پکارے وہ بھی مشرک ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی ویسی ہی زجر و توبیخ کی ہے جیسی کہ بت پرستوں کی کی ہے۔ اس عمومِ الفاظ کے اعتبار سے صاحب جلالین نے اکثر مقامات پر دون اللہ کا ترجمہ غیر اللہ سے کیا ہے۔

(۲) جیسا کہ ہم نے اوپر تصریح کی ہے، کفار نے اپنے بت اپنے اکابر (انبیاء واولیاء) ہی کے نام پر تراشے تھے اور ان کی بت پرستی کا منشا ان ہی اکابر کی تعظیم تھی، لہٰذا وہ دراصل پتھروں اور درختوں کی عبادت نہیں کر رہے تھے بلکہ انبیاء واولیاء و صلحاء پرست تھے۔

غرض غیر اللہ و دون اللہ سے مراد نہ صرف بت ہیں بلکہ انبیاء اولیا سب اس میں شامل ہیں۔ اعتبار عمومِ الفاظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوصِ موارد کا۔ اور عقلاً غور کرو کہ انبیاء واولیا، غیر اللہ ہیں کہ عین اللہ؟ جب غیر اللہ کی عبادت شرک ہے تو صنم و وثن، نبی ولی، پیر شہید، بھوت، پری سب حرمتِ عبادت میں مساوی ہیں اور ان میں تفریق باطل ہے۔ اگر ہم تفریق کے قائل ہو جائیں، کہیں کہ عبادت من دون اللہ کی حرام و شرک ہے بخلاف عبادت اولیاء وانبیاء کے تو لازم آتا ہے کہ انبیاء اور اولیاء عین اللہ ہیں اللازم باطل فالملزوم مثلہ۔

(۳) اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ فَادْعُوْھُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ

صادقین (پ ۹ ع ۱۴) یعنی واقعی تم خدا کو چھوڑ کر جن کو پکارتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں، ہو تم ان کو پکارو، پھر ان کو چاہئے کہ تمہارا کہنا کر دیں اگر تم سچے ہو"!

اس آیت میں اس امر کی صاف طور پر تصریح ہے کہ مشرکین اللہ کے سوا بعض اولیار انبیار اور ملائکہ کو دفع مضرت و جلب منفعت کے لئے پکارا کرتے تھے اس لئے ان سے کہا گیا کہ جن کو تم امداد کے لئے پکارتے ہو وہ بھی تمہارے مانند بندے ہیں۔ محض اصنام و اوثان پر عباد کا اطلاق نہایت بعید معلوم ہوتا ہے اور اگر مجازاً اصنام بھی مراد لیں تو امثالکم کا لفظ اس سے ابا کرتا ہے۔ اسی لئے مقاتل رح نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ مراد ان عباد سے ملائکہ ہیں اور اس آیت کے مخاطب وہ ہیں جو ملائکہ کو پوجتے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مقبول بندوں سے دعا کرنے والا بھی مشرک ہے اور مردود، اس لئے کہ وہ من دون اللہ سے دعا کرتا ہے۔ اور من دون اللہ عام ہے اور اس میں تمام مخلوقات شامل ہیں، مقبول ہوں یا مردود!

(۳) قل ادعوا الذین زعمتم من دونہ فلا یملکون کشف الضر عنکم ولا تحویلا اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب ویرجون رحمتہ ویخافون عذابہ ان عذاب ربک کان محذورا۔ یعنی جن کو تم خدا کے سوا قرار دے رہے ہو ذرا ان کو پکارو تو سہی سو وہ تم سے نہ تکلیف کو دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں نہ اس کے بدل ڈالنے کا، یہ لوگ جن کو مشرکین پکار رہے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف ذریعہ ڈھونڈھ رہے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب بنتا ہے اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔"

اس آیت میں اس امر کی خوب تصریح کی گئی ہے کہ حق تعالیٰ کے سوا کسی کو قدرت نہیں کہ کسی کی مصیبت اور تکلیف کو دور کر سکے یا اس کو راحت و نعمت میں بدل دے، کوئی نبی، ولی، فرشتہ وغیرہ کسی کی مصیبت وضرر کو دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور یہ احمق مشرک جن ہستیوں کو اچھے برے کا مختار جان کر پکارتے ہیں ان کا خود یہ حال ہے کہ وہ حق تعالیٰ ہی سے امید رکھتے ہیں اور اسی کے عذاب سے لرزاں و ترساں ہیں۔ ظاہر ہو کہ ان سے مراد خدا کے مقبول بندے ہیں نہ کہ اصنام و اشرار عباد، کیونکہ حق تعالیٰ کی امید و رجا رکھنا، اس کے قرب کا طالب ہونا، اشرار سے ممکن نہیں اور اصنام سے تو اور زیادہ غیر ممکن ہے۔

پھر جب مقبول بندوں کو پکارنے اور ان سے اپنے مصائب کا دفعیہ چاہنے والوں پر یہ عتاب ہو رہا ہے تو مردودین کے ماننے والوں کا کیا حال ہوگا۔

تفسیر بیضاوی میں اس آیت کی تفسیر یوں کی گئی ہے۔ قل ادعوا الذین زعمتم انہم الٰہۃ من دونہ کالملائکۃ والمسیح وعزیر فلا یملکون فلا یستطیعون کشف الضر عنکم کالمرض والفقر والقحط ولا تحویلا ولا تحویل ذلک منکم الی غیرکم[1]۔ دیکھو بیضاوی نے صراحت کر دی ہے کہ ملائکہ اور مسیح اور عزیر تک کشف ضر یعنی مرض و فقر و قحط یا مصائب و آفات کے رفع کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ اس کو بلا دور پھیر سکتے ہیں، جب ان ابرار کبار کا یہ حال ہو تو اشرار صغار کا کیا پوچھنا!

(۴) یاایھا الناس ضرب مثل فاستمعوا لہ ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا لہ وان یسلبھم الذباب شیئا لا یستنقذوہ منہ ضعف الطالب والمطلوب ما قدروا اللہ حق قدرہ ان اللہ لقوی عزیز (پ۱۷ ع ۱۰) یعنی اے لوگو! ایک عجیب بات بیان کی جاتی ہے اس کو کان لگا کر سنو، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جن کو تم لوگ خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہو، وہ ایک مکھی کو تو پیدا کر ہی نہیں سکتے گو سب کے سب بھی جمع ہو جائیں اور اگر ان سے مکھی کچھ چھین لے جائے تو اس کو اس سے چھڑا نہیں سکتے، ایسا عابد بھی لچر اور ایسا معبود بھی لچر، ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی تعظیم کرنی چاہئے تھی وہ نہ کی۔ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا سب پر غالب ہے۔

ان آیات سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ جو لوگ حق تعالیٰ کے سوا کسی سے دعا مانگتے اور اس کی عبادت کرتے ہیں وہ صریح گمراہی اور ضلالت میں مبتلا ہیں، ان کا مذہب باطل ہے۔ کیونکہ

(۱) جن کی یہ عبادت کر رہے ہیں خواہ وہ اصنام ہوں یا ملائکہ عظام یا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وہ ایک مکھی تک کو پیدا نہیں کر سکتے، پھر ان سے کسی ایک چیز کا مانگنا اور اس کے لئے گڑگڑانا جس کو پیدا کرنے کی ضرورت ہو کیسی جہالت ہے! جب وہ سب کے سب جمع ہو کر حقیر سے حقیر چیز کو

---

[1] تفسیر بیضاوی ص ۲۰۷، مطبوعہ دار الطباعۃ عامرہ قسطنطیہ ۱۳۰۳ھ

پیدا کرنے کے قابل نہیں تو پھر غور کرو کہ الوہی حیثیت سے وہ کس قدر عاجز ٹھیرتے ہیں۔

(۱) اب رہا ان سے ایسی چیز کا طلب کرنا جس کے پیدا کرنے کی ضرورت نہیں سو یہ بھی باطل ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے جو چیز جس کے لئے مقدر کردی ہے اس میں نہ وہ ایک ذرہ کا اضافہ کر سکتے ہیں اور نہ اس سے ایک ذرہ کی کمی، وہ کسی چیز کو ایک مکھی سے بھی چھین کر دوسرے کو دینے کی سکت نہیں رکھتے اور نہ آپ ہی لینے کی قوت تو پھر ان سے عرض حاجات اور طلب مرادات کرنا کتنی حماقت ہے! اور آخر میں یہ بھی فرما دیا گیا کہ ان مشرکین نے حق تعالیٰ کی قدر جیسی چاہئے ویسی نہ سمجھی، اگر سمجھتے تو حق تعالیٰ کو چھوڑ کر ان بیچاروں سے کہ جن سے ایک مکھی تک نہیں بن سکتی کاہے کو حاجتیں مانگتے اور مرادیں طلب کرتے "خاک پڑے ایسی سمجھ پر جو بادشاہ کے روبرو فقیر سے بھیک مانگے"۔ ؎

شرمت باد کہ می بسوئے نگراں باشم تو نہی چشم بسوئے دگراں (جامی)

یہاں "من دون اللہ" سے محض اصنام اور بت مراد لینا کسی طرح درست نہیں۔ جیسا کہ ہم نے اوپر کہا ہے کہ یہ لفظ عام ہے، اللہ کے سوا جتنی مخلوق ہے سب اس میں شامل ہے۔ علاوہ ازیں حق تعالیٰ نے انھیں قابلِ عبادت اور لائقِ دعا اس سے نہیں قرار دیا کہ وہ کسی شے کی تخلیق پر قادر نہیں۔ لن یخلقوا میں لن اصل میں نفیِ مستقبل کے لئے آتا ہے اور اس کی نفی موکد ہوتی ہے جس طرح تمام اہلِ لغت اور مفسرین نے اس کی تصریح کی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ علت عام ہے تمام مخلوق کو خواہ انبیاء ہوں یا اولیاء، اغنیاء ہوں یا اشقیاء ان میں سے کسی کو تخلیق کی قابلیت نہیں۔ اور یہ تو ہم بتلا چکے ہیں کہ بت پرست اپنے بتوں کو بذاتہ معبود نہیں سمجھتے تھے بلکہ مقصود ان کی تعظیم سے اولیاء و انبیاء کی تعظیم تھی جن کی صورتوں پر وہ مورتیں بنائی گئی تھیں چنانچہ امام رازیؒ نے اس کی صراحت ان الفاظ میں کی ہے۔

"فالقوم کانوا یعتقدون فیھا انھا طلسمات موضوعۃ علی صورۃ الکواکب اوانھا تماثیل الملائکۃ والانبیاء المتقدمین وکانوا یعظمونھا علی ان تعظیمھا یوجب تعظیم الملائکۃ واولئک الانبیاء"۔ [۱]

---

[۱] دیکھو تفسیر کبیر اور مقامات کے لئے ج اول ص ۲۲۳، نیز ج ۴ ص ۶۸ نیز ج ۸ ص ۲۳۲۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو تعظیم وعبادت مخصوص بحضرت حق تعالیٰ جل شانہٗ ہو اس کو
بیار واولیار کے ساتھ متعلق کرنا ایسا ہی شرک ہے جیسا کہ بتوں کے ساتھ کرنا! ان وجوہ کی بنا پر ان
ت کی تخصیص بتوں کے ساتھ باطل ہے اور نتیجہ ظاہر ہے کہ جس طرح بتوں سے دعا کرنا شرک جلی ہے
کل اسی طرح نبی وولی سے دعا کرنا بھی شرک جلی ہے۔

(۵) لَہٗ دَعْوَۃُ الْحَقِّ، وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَہُمْ بِشَیْءٍ اِلَّا کَبَاسِطِ کَفَّیْہِ
الْمَاءِ لِیَبْلُغَ فَاہُ وَمَا ہُوَ بِبَالِغِہٖ، وَمَا دُعَاءُ الْکَافِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلَالٍ (پ ۱۳ ع ۸) "سچا پکارنا اسی
لئے خاص ہے اور خدا کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ ان کی درخواست کو اس سے زیادہ منظور
یں کر سکتے جتنا کہ پانی اس شخص کی درخواست کو منظور کرتا ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف
یلائے ہوتا ہے کہ وہ اس کے منہ تک آجائے اور وہ اس کے منہ تک آنے والا نہیں اور کافروں کی
نی پکار یا درخواست ہے سب گمراہی ہے۔"

یعنی پکارنا اسی کو چاہیے، درد ومصیبت میں دعا اسی سے کرنی چاہیے جو ہر قسم کے نفع وضرر کا
ہو، عاجز وفقیر کو پکارنے اور اس کے سامنے گڑگڑانے سے کیا حاصل؟ حق تعالیٰ کے سوا کون ہے
س کے قبضہ میں اپنا یا دوسروں کا نفع وضرر ہے۔ غیر اللہ کو اپنی مدد کے لئے بلانا ایسا ہے جیسے کوئی پیاسا
یں کے منہ پر کھڑا ہو کر پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے اور خوشامد کرے کہ میرے منہ میں پہنچ جا۔ ظاہر ہے
یامت تک پانی اس کی فریاد کو پہنچنے والا نہیں، بلکہ اگر پانی اس کی مٹھی میں ہو تب بھی خود چل کر
تک نہیں جا سکتا۔"

غور کرو کہ اس آیت میں "دعوت" یعنی دعا کی تخصیص حق تعالیٰ ہی کے ساتھ کی گئی ہے
لئے کہ جار مجرور جو معمول ہے "دعوت" کا وہ اپنے عامل پر مقدم ہے اور تقدیم معمول کی مفید حصر ہوتی
۔ اس پر علمائے بیان کا اتفاق ہے اور مفسرین کا اجماع، چنانچہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ
ی یہی صورت ہے۔ یہاں بھی حصر ہے۔ دعا کا تعلق صرف حق تعالیٰ ہی کے ساتھ چاہیے اور عبادت
ی۔ اسی تخصیص کو مثال سے واضح کیا گیا کہ جو حق تعالیٰ کے سوا اوروں کو پکارتے ہیں وہ ان

نادانوں کے مانند ہیں جو پیاس لگنے پر کنوئیں کے منہ پر جاکر پانی کو پکارتے ہیں۔ ہر ایسی پکار کو کافروں کی پکار قرار دیا اور اس کا نتیجہ اور انجام "ضلال" یا گمراہی و بطلان و ناامیدی ٹھہرایا۔

(۶) اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ۔ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰکِفِیْنَ ۔ قَالَ هَلْ یَسْمَعُوْنَکُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ۔ اَوْ یَنْفَعُوْنَکُمْ اَوْ یَضُرُّوْنَ (پ ۱۹ ع ۹) یہ گفتگو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان ہوئی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس چیز کی عبادت کیا کرتے ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہم بتوں کی عبادت کیا کرتے ہیں اور ہم ان ہی پر جمے بیٹھے رہتے ہیں۔ ابراہیم نے فرمایا کہ کیا یہ تمہاری سنتے ہیں جب تم ان کو پکارا کرتے ہو، یا یہ تم کو کچھ نفع پہنچاتے ہیں، یا یہ تم کو کچھ ضرر پہنچا سکتے ہیں؟

ان آیات سے واضح ہے کہ غیر خدا کو پکارنا، ان سے اپنی حاجتیں طلب کرنا مشرکین کا شیوہ ہے اور سچ تو یہ ہے کہ جو شخص اللہ کو چھوڑ کر کسی اور سے دعا کرے یا اس سے امیدِ نفع و ضرر کی بالاستقلال رکھے وہ وہ بت پرست ہے اور جس کے ساتھ اس نے فقر و ذلت کی یہ نسبت قائم کر رکھی ہے وہ اس کا دبت ہے۔ حضرت سعدیؒ نے کیا خوب کہا ہے ؎

دل اندر صمد باید اے دوست بست! ... کہ عاجز ترست از صنم ہر کہ ہست!

اسی لئے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا تھا لیس الشرك عبادة الاصنام بل هو متابعتك لهواك وان تختار مع ربك عز وجل شيئاً سواه من الدنيا وما فيها والاخرة وما فيها فما سواه عز وجل غيره فاذا ركنت الى غيره فقد اشركت به عز وجل غيره[1] ؎

غیر حق ہر چہ دلت را بر بود ... سد راہ تو ہماں خواہد بود
غیر حق یک ذرہ کاں مقصود تست ... تیغ لا بر کش کہ آں معبود تست

مشرکین کے طریقہ کے خلاف موحد کا شیوہ یہ ہوتا ہے کہ وہ حق تعالیٰ ہی سے مانوس ہوتا ہے،

---

[1] شرک کچھ بت پرستی ہی نہیں ہے بلکہ خواہشِ نفس کی پیروی ہے اور حق تعالیٰ کے ہوتے ہوئے کسی شے کو ان کے سوا دنیا و عقبیٰ و ما فیہا کو اختیار کرنا ہے کیونکہ جو کچھ حق تعالیٰ کے سوا ہے وہ غیر اللہ ہے، سو جب غیر کی طرف میل ہوا تو گویا اس میں غیر کو اللہ کا شریک ٹھیرایا۔
(فتوح الغیب مقالہ ہفتم)

ج وغم، درد والم میں اسی کو پکارتا ہے اسی سے امید ورجا رکھتا ہے اسی سے سکون وبرد قلبی حاصل کرتا ہے۔

مرا بیگانگی از خلق باحق آشنا کردہ　　بطبع من بکس کم ساختن بسیاری سازد!

مومن موحد کی اسی شان کو حق تعالیٰ اس طرح ادا فرمارہے ہیں: وبشر الصابرین الذین اذا
ابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون (پ۲ ع۳) یعنی "ایسے صابرین کو بشارت سنا دیجے
ان پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور ہم سب اللہ تعالیٰ
کے پاس جانے والے ہیں"۔ غور کرو یہاں "مصیبت" اسم نکرہ ہے اور "اذا" بھی عام ہے جس سے معلوم
ہے کہ وہ ہر مصیبت وآفت میں، ہر درد والم میں، ہر رنج وغم میں حق تعالیٰ ہی کو یاد کرتے ہیں، اسی
کارتے ہیں، اسی سے فریاد کرتے ہیں کہ "اللّٰھم لک الحمد والیک المشتکی وبک المستغاث
المستعان ولاحول ولاقوۃ الا باللہ"[1] "حق تعالیٰ آپ ہی کے لئے تمام تعریف سزاوار ہے،
ہی کی طرف ہماری شکایت ہے اور آپ ہی سے فریاد ہے اور آپ ہی مددگار ہیں، ہمیں کوئی دوسرا
سکتا ہے اور نہ سوائے آپ کے کسی میں حرکت ہے نہ قوۃ!"

یارب زتو یافت صورت آب وگل من　　الطاف تو شد پناہ جان ودل من
آسانی کار از تو بد حاصل من　　ہم از کرم تو حل شود مشکل من! (درد)

اسی آیت میں آگے صابرین کو جو بشارت دی گئی ہے اس کی تفصیل فرمارہے ہیں: اولئک
ہم صلوات من ربھم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون یعنی "ان ہی لوگوں پر خاص خاص رحمتیں ہیں
کے پروردگار کی طرف سے اور عام رحمت بھی ہے اور یہی لوگ ہیں ہدایت یافتہ" اسی سے تصریحاً لازم
ہے جو مصیبت وغم کے وقت غیر اللہ کو یاد کرتے ہیں، ان ہی سے فریاد کرتے ہیں اور ان ہی کو اپنا
د اور پناہ گاہ سمجھتے ہیں وہ نہ خاص رحمتوں کے لائق ہیں اور نہ عام رحمت کے مستحق اور نہ ہدایت کے
، یعنی درد وغم میں غیر اللہ کی طرف شکایت لے جانے والے، ان ہی کو اپنی جان ودل کی پناہ
والے حق تعالیٰ کی نفرین کے لائق، غضب کے قابل اور ضلالت میں گرفتار ہیں! ذرا الفاظ کی

---

[1] عا مروی ہے دیکھو مجمع الزوائد کتاب الادعیہ ص ۱۸۳ ج ۱۰ مطبع مصر ۱۳۵۳ھ

نزاکت پر بھی غور کرو، اولٰئک کے بعد ضمیر منفصل لائی گئی ہے اور ھم المھتدون فرمایا گیا ہے، علما بیان کا اتفاق ہے کہ یہ ضمیر جہاں مبتدا و خبر میں آتی ہے مبتدا کو خبر میں منحصر کر دیتی ہے۔ اب اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہدایت سے وہی لوگ مختص ہیں جو وقتِ غم و ہنگام مصیبت حق تعالیٰ ہی کو یاد کرتے ہیں اور ان ہی سے فریاد کرتے ہیں اور جب ہدایت کا انحصار ان ہی پر ہوا تو ضلالت یا گمراہی ان کے غیر میں منحصر ہوئی! ذلک ھو الخسران المبین۔

انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زندگی پر غور کرو۔ جب ان پر مصائب کا نزول ہوتا (اور بمقتضائے اشد الناس بلاءً الانبیاء مصائب ان ہی پر زیادہ نازل ہوئی ہیں) تو ان کا رخ حق تعالیٰ ہی کی طرف پلٹتا، ان کے ہاتھ حق تعالیٰ ہی کے سامنے پھیلتے، ان کا سر حق تعالیٰ ہی کے قدموں پر جھکتا تھا۔ دیکھو حضرت آدم علیہ السلام اپنی لغزش سے واقف ہو کر انتہائی حزن والم کی حالت میں حق تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ (پ ۸ ع ۹)

اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جائیگا۔

یارب اگر از جہل خطا شد کارم — جاں از کرمت شاد بود بسیارم
زامیدِ تو بسکہ دل بود بیمارم — گویند کہ نیست از گنہ آزارم
(درد)

اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی سرکش قوم کے جور و ستم سے عاجز اور تنگ آ کر حق تعالیٰ ہی سے فریاد کی کہ

اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (پ ۲۷ ع ۸) میں درماندہ ہوں میرے پروردگار آپ انتقام لیجئے۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی تھکن، عجز و درماندگی کی حالت میں حق تعالیٰ ہی کی طرف توجہ کی اور پکارا

رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ (پ ۲۰ ع ۶)

اے میرے پروردگار جو نعمت بھی آپ مجھکو بھیجدیں میں اس کا حاجتمند ہوں۔

غم نالکم واز در تو باغم نہ روم — جز شاد و امیدوار و خرم نہ روم
از درگہ ہمچو تو کریمے ہرگز — نومید کسے نہ رفت و من ہم نہ روم
(سرمد)

اور حضرت ایوب علیہ السلام نے ہجوم غم والم کے وقت حق تعالیٰ ہی کو اپنی پناہ گاہ سمجھا اور التجا کی

انی مسنی الضر وانت — مجھ کو یہ تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ سب

ارحم الراحمین (پ۱۷ع۶) مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں۔

یارب کرم تو گر نباشد مددم — خون جگر از دیدہ رود تا ابدم!

اور حضرت یونس علیہ السلام نے غم واندوہ کی تاریکیوں میں حق تعالیٰ ہی کو پکارا کہ

لا الٰہ الا انت سبحانک انی — (حق تعالیٰ) آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ پاک

کنت من الظالمین (پ۱۷ع۶) ہیں، میں بیشک قصوروار ہوں!!

یارب ز کرم ببخش تقصیر مرا — مقبول بکن نالۂ شبگیر مرا

پیری و گناہ ماجرائیست عجیب — لطف تو کند چارۂ تدبیر مرا (سرمد)

اور حضرت یونسؑ ہی کے متعلق ارشاد ہے، فلولا انہ کان من المسبحین للبث

فی بطنہ الیٰ یوم یبعثون (پ۲۳ع۹) یعنی اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک اسی (مچھلی) کے پیٹ میں رہتے۔ دیکھو لبث کو لام تاکید سے موکد فرمایا گیا ہے اور مناطِ نجات تسبیحِ الٰہی کو قرار دیا گیا ہے نہ کسی نبی و ولی کے نام کا ختم پڑھنے، ان کو پکارنے اور اپنا دردو غم ان کے سامنے کھولنے کو!

قرآن کریم میں ایک جگہ (پ۸ ع۱۲) حق تعالیٰ ہمیں جنتیوں کی حالت کی خبر دے رہے ہیں کہ جب وہ عالمِ شہادت، عالمِ برزخ اور عالمِ حشر کی ہزاروں مصیبتوں اور بلاؤں، آفتوں اور مشکلوں کو اٹھا کر بالآخر جنت میں داخل ہونگے تو کہیں گے: الحمد للہ الذی ھدٰنا لھٰذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدٰنا اللہ۔ یعنی حق تعالیٰ ہماری ہدایت نہ کرتے تو اس مقام راحتِ ابدی تک ہماری رسائی کبھی نہ ہوتی! زندگی کے ہر قدم پر اور موت کے بعد ہر مرحلہ پر حق تعالیٰ ہی کا دستِ کرم ہماری تائید کرتا ہے اسی لئے نصیحت فرمائی: فاعتصموا باللہ ھو مولٰکم فنعم المولیٰ ونعم النصیر (پ۱۷ع۱۰) یعنی حق تعالیٰ ہی کو مضبوط پکڑے رہو وہی تمہارے کارساز ہیں کیسے اچھے کارساز ہیں اور کیسے اچھے مددگار!

اب انھیں چھوڑ کر کسی اور کی طرف رخ کرنا بے شرمی نہیں تو کیا ہے!

اے آنکہ بقبلۂ بتاں روست ترا | بر مغز چرا حجاب شد پوست ترا
دل در پے این و آں نہ نیکو ست ترا | یک دل داری بس است یکدوست ترا

(جامی)

قرآن کریم کی ان تمام تصریحات کے بعد ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی طرف توجہ کرتے ہیں اور نہایت اختصار کے ساتھ چند دعاؤں کو پیش کر کے واضح کرتے ہیں کہ د... رنج، غم وہم، آفت و مصیبت کے وقت سوائے حق تعالیٰ کے کسی کو یاد نہ کرنا چاہیے، ان ہی کی ... توجہ کرنی چاہیے اور ان ہی کا نام زبان پر آنا چاہیے، اس کے بعد امتثالِ امر میں اسبابِ دنیویہ کا استعما... کیا جا سکتا ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب بھی کسی قسم کی پریشانی لاحق ہوتی تو نماز پڑھ... چنانچہ مروی ہے اذا حزنہ امر فزع الی الصلوٰۃ (رواہ احمد) اور ظاہر ہے کہ نماز میں سوائے تسبیح و تہلیل... تحمید و تقدیس کے اور کیا ہوتا ہے۔ ترمذی میں ہے کہ آپ کو جب کوئی سخت کام پیش آتا تو فرماتے ... "یا حی یا قیوم برحمتک استغیث" اور دوسری حدیث میں ترمذی کی مذکور ہے کہ جب کسی امر کے متعلق فکر ہوتی تو آسمان کی طرف نظر کرتے اور کہتے سبحان اللہ العظیم۔ جب دعا میں کوشش کرتے تو فرماتے: یاحی یا قیوم۔ آپ نے فرمایا کہ غمگین کی دعا یہ ہے: اللھم رحمتک ارجو فلا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین واصلح لی شانی کلہ لا الٰہ الا انت۔ عمیس کی صاحبزادی اسماء (جو حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بہن تھیں) کو فرمایا کیا تجھے چند ایسی باتیں بتلا دوں جو غم کے وقت کہا کرے؟ کہہ اللہ اللہ ربی لا اشرک بہٖ شیئاً (سات بار) آپ نے ایک انصاری کو جن کا نام ابوامامہؓ تھا غیر وقت نماز مسجد میں دیکھ کر پوچھا کہ اس وقت تم کیا کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا کہ قرض کے بار کے نیچے دبا جا رہا ہوں متفکر اور پریشان ہوں۔ فرمایا صبح و شام اس دعا کو پڑھا کرو: اللّٰھم انی اعوذ بک من الھم والحزن واعوذ بک من العجز والکسل واعوذ بک من الجبن والبخل واعوذ بک من غلبۃ الدین و قھر الرجال۔ ایک مرتبہ فرمایا، من لزم الاستغفار جعل اللہ لہ من کل ھم فرجا و من کل ضیق

ورزقہ من حیث لا یحتسب یعنی جو ہمیشہ استغفار پڑھا کرے تو اللہ اس کی ہر مصیبت کو دفع
ہے اور ہر تنگی سے اس کو نکال لیتا ہے اور ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے گمان تک
(رواہ احمد وابوداؤد وابن ماجہ عن ابن عباس) ایک اور موقع پر فرمایا کہ جب کسی پر غم و مشکل ٹوٹ پڑے
رے لاحول ولا قوۃ إلا باللہ (کذا فی المشکوۃ)

دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ ما أوذي نبي ما أوذيت[1] یعنی جتنی اذیت مجھے
تی کسی نبی کو نہیں پہنچی مگر کیا کسی اذیت یا تکلیف کے وقت آپ نے کسی نبی کو یاد کیا کہ یا آدم
یا نوح نبینا، یا ابراہیم خلیل اللہ؟ یا ہر وقت اسی ذات پاک سے فریاد کی جو تمام مشکلات کو دفع
ے جو فارج ہم ہے، کاشف غم ہے، جو مجیب دعوۃ المضطرین[2] ہے؟ حضرت ابن عباسؓ کو آپ نے
رمائی تھی کہ: یا غلام احفظ اللہ یحفظک احفظ اللہ تجدہ تجاہک، واذا سالت فاسئل
واذا استعنت فاستعن باللہ واعلم أن الامۃ لو اجتمعت علی ان ینفعوک بشیء لم ینفعوک الا بشیء کتبہ
ک ولو اجتمعوا علی ان یضروک بشیء لم یضروک الا بشیء قد کتبہ اللہ علیک رفعت
لام وجفت الصحف (اخرجہ الترمذی عن ابن عباس) یعنی اے لڑکے اللہ کو یاد رکھ وہ تجھ کو یاد
۔ اللہ کو یاد رکھ کہ تو اس کو اپنے سامنے پائے گا، اور جب تو کچھ مانگے تو اللہ ہی سے مانگ اور جب
جاہے تو اللہ ہی سے چاہ (ایاک نعبد وایاک نستعین) اور یہ یقین کرلے کہ اگر سب بندے
وشش کریں کہ تجھے اس چیز سے فائدہ پہنچائیں جو اللہ نے تیرے لئے مقدر نہیں کی تو وہ ایسا کرنے
رت نہ پائیں گے مگر جتنا کہ اللہ نے تیرے لئے لکھ دیا، اور اگر سب بندے مل کر تجھے کسی چیز سے
نچانے کی کوشش کریں جو اللہ نے تیرے لئے مقدر نہیں کی تو اس پر قدرت نہ پائیں گے، قلم اٹھائے
ور خشک ہو گئیں کتابیں" دیکھو اس حدیث میں کس وضاحت وصراحت کے ساتھ استعانت عن

---

[1] حدیث کے الفاظ ہیں۔ مصیبت زدہ یہ دعا پڑھا کرے: اللھم فارج الھم، کاشف الغم، مجیب دعوۃ
مضطرین، رحمن الدنیا ورحیمھا، انت ترحمنی، فارحمنی برحمۃ تغنینی بھا عن رحمۃ من سواک
الحاکم وابن مردویہ عن ابی بکر صدیقؓ) [2] مشکوۃ باب فضل الفقر۔

غیر اللہ سے منع کیا گیا ہے اور کس طرح سبھوں سے توڑ کر صرف حق تعالیٰ ہی سے جوڑا گیا ہے! کفیٰ باللہ وکیلاً!

از خدا خواہم و زغیر نخواہم بخدا کہ نیم بندۂ دیگر نہ خدائے دگر ست!

یہ کہہ کر کہ ساری دنیا بھی تجھے فائدہ نہیں پہنچا سکتی (کیونکہ وہ ایک مکھی کی تخلیق پر بھی قادر نہیں) احتیاج کی ساری نسبتوں کو جو غیر اللہ کے ساتھ قائم کی جا سکتی ہیں، ایک ہی ضرب میں کاٹ دیا گیا ہے اور پھر یہ سنا کر کہ ساری دنیا بھی تجھے ضرر پہنچانے پر قادر نہیں (کیونکہ وہ مکھی سے بھی کوئی شے چھین نہیں سکتی) غیر اللہ کے خوف کو سینے سے بالکل دور کر دیا گیا ہے اور اس طرح ہمیں خوف و حزن کی ان زنجیروں سے بالکل آزاد کر دیا گیا ہے جو غیر اللہ ہمارے جہل و شرک کی وجہ سے ہماری گردن میں ڈال سکتا تھا! اب میں توحید ہی کی بدولت آزادی و جرأت کے ساتھ بآواز بلند کہہ سکتا ہوں:

لو الثقلان الانس و الجن اجمعوا یریدون ایلاما لاصغر نملة[1]
یکون لها رب السموات ناصرا لما ظفروا منها بادنی مضرة

کیا یہ آزادی، بے خوفی یا استقلال ان شرک پسند گور پرستوں کو حاصل ہو سکتا ہے جو ہر پیر اور شہید کو نافع و ضار سمجھ کر ان سے اپنے فقر و احتیاج کی نسبت کو جوڑتے ہیں، ان ہی کے آگے سر نیاز خم کرتے ہیں اور ان ہی کے سامنے دستِ سوال پھیلاتے ہیں اور اپنے رسول کی اس نصیحت کو بھول جاتے ہیں کہ

یسأل احدکم ربہ حاجتہ کلھا حتی ہر کسی کو چاہئے کہ اپنی ساری حاجتیں اپنے
یسأل الملح وحتی یسألہ شسع اپنے پروردگار ہی سے مانگے یہاں تک کہ نمک بھی
نعلہ اذا انقطع (اخرجہ الترمذی عن انسؓ) اسی سے مانگے اور جوتی کا تسمہ بھی اگر ٹوٹ جائے!

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جنھیں افسوس ہے کہ قادریہ کی ایک بڑی تعداد نے اپنا معبود مقرر کر رکھا ہے، مصائب میں ان ہی کو پکارتی ہے، آفات کے دور کرنے کے لئے ان ہی کے نام کا جھنڈا اپنے گھروں میں کھڑا کرتی ہے) حدیث ابن عباسؓ کو جو اوپر مذکور ہوئی اپنی فتوح الغیب کے

---

[1] اگر جن و انس دونوں جمع ہو کر چھوٹی سے چھوٹی چیونٹی کو دکھ پہنچانا چاہیں اور حق تعالیٰ ان کے ناصر و مددگار ہوں تو وہ اس کو ادنیٰ مضرت بھی نہیں پہنچا سکتے۔

...ں نقل فرماتے ہیں اور اس کے بعد نصیحت کرتے ہیں کہ: فینبغی لکل مومن ان یجعل ھذا الحدیث
...رٰۃ لقلبہ وشعارہ ودثارہ وحدیثہ فیعمل بہ فی جمیع حرکاتہ وسکناتہ حتی یسلم فی الدنیا
...الاخرۃ ویجد العزۃ فیھما برحمۃ اللّٰہ تعالیٰ۔ یعنی "ہر مومن کو چاہیے کہ اس حدیثِ نبوی کو اپنے قلب
...ے لئے آئینہ بنائے تاکہ اس کے مضمون میں اپنے دل کا حال دیکھے اور اس کی خوبی و زشتی راستی و کجی
...معلوم کرے، بلکہ اس حدیث کو اپنے اندر اور باہر جامہ بنالے اور ہر وقت کے لئے اس کو ایک
...ن وحکایت ٹھیرالے کہ اپنے دل سے اس کی تکرار کرتا رہے اور اپنے تمام حرکات وسکنات میں اس پر
...ل کرے تاکہ دنیا و آخرت میں تمام آفات نفسی و آفاقی سے محفوظ رہے اور اللہ کی رحمت سے دونوں
...ہان میں عزت پائے"۔ ؎

شیخ جیلیؒ توحید کے آفتاب تھے، آپ کی کتاب مستطاب "فتوح الغیب" کی ہر سطر سے توحید
...علیم مترشح ہوتی ہے اور سلسلہ عالیہ قادریہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے الفاظ میں "اتباعِ کتاب و
...نت واجتناب از وقوع در مہاوی بدعت" کے سوا کچھ نہیں! اسی لئے محدث دہلویؒ آگے چل کر فرماتے
...ہ پیر مافر بود کہ در سلاسل دیگر از چیزہائے دیگر پر سند امادریں سلسلہ از شریعت زنہار کہ تا شریعت مطہرہ
...کایت نہ کند از تو"!

...ک فی العلم | مشرکین کی "عبادت" کے پہلے جزو سے ہم نے صفحاتِ بالا میں تفصیل سے بحث کی کہ یہ
...اللہ کو مقرب، شفیع، نافع، وضار جان کر ان سے اپنی حاجت کے وقت فریادرسی چاہتے تھے،
...ن ان کو پکارتے یا استغاثہ کرتے تھے؛ یہی ان کا شرک تھا "اشراک فی التصرف" تھا، اگر ان ہی افعال
...ارتکاب کسی کلمہ گو سے ہو تو اس پر بھی شرک کا اطلاق کیا جائے گا اور اس کی کلمہ گوئی اطلاقِ شرک سے
...ع نہ ہوگی۔ دیکھو اس "اشراک فی التصرف" میں "اشراک فی العلم" بھی لازماً شامل ہوتا ہے۔ درد و مصیبت
...وقت غیر اللہ کو پکارنے والا نہ صرف یہ سمجھتا ہے کہ وہ اس درد وغم کو دور کرنے کی قدرت رکھتے ہیں
...اس کا قطعی یہ بھی یقین ہوتا ہے کہ وہ اس کے اس استغاثہ اور پکار کو ہر وقت اور ہر جگہ سے سن بھی

؎ فتوح الغیب مترجمہ شاہ عبدالحق دہلوی ص ۲۵۰۔

سکتے ہیں اور ظاہر ہے کہ بغیر سننے اور مطلع ہونے کے وہ اس کی مدد کر کیسے سکتے ہیں؟ اس طرح وہ غیر اللہ کو علم غیب سے بھی متصف کرتا ہے حالانکہ علم غیب خصائصِ الٰہیہ سے ہے اور غیر اللہ سے قطعاً مسلوب! یہی اس کا "اشراک فی العلم" ہے! اور اس سے زیادہ ضلالت اور گمراہی اور کیا ہو سکتی ہے؟ ومن اضلُّ مِمّن یدعوا من دُونِ اللہ مَن لا یستجیب لہٗ الیٰ یَوم القیامۃ وھم عن دعائھم غافِلون (پ ۲۶ ع ۱)

"اس شخص سے زیادہ کون گمراہ ہو گا جو خدا کو چھوڑ کر ایسے معبود کو پکارے جو قیامت تک بھی اس کا کہنا نہ کرے اور ان کو ان کے پکارنے کی بھی خبر نہ ہو"

یہ امر کہ علمِ غیب خاصۂ حق سبحانہ تعالیٰ ہے، اس کے سوا کسی کو نہیں، قرآنِ مبین میں نہایت صراحت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اس میں کسی قسم کا اشتباہ نہیں پہلے چند اجمالی آیات پر غور کرو۔

(۱) وَلِلّٰہِ غیبُ السموات وَ الارض والیہ یُرجع الامر کلّہ۔ (پ ۱۲ ع ۱۰)	اور آسمانوں اور زمینوں میں جتنی غیب کی باتیں ہیں ان کا علم خدا ہی کو ہے اور سب امور اسی کی طرف رجوع ہوں گے۔

اسی مفہوم کو نفیاً اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

قُل لا یَعلمُ مَن فِی السّمٰواتِ وَالاَرضِ الغیب الا اللہ وما یَشعُرونَ ایّانَ یُبعثون (پ ۲۰ ع ۱)	آپ کہہ دیجئے کہ جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں موجود ہے کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے اور ان کو یہ خبر نہیں کہ کب دوبارہ زندہ کیے جائیں گے"
(۲) لہٗ غیبُ السّمٰواتِ والارضِ ابصر بہ واسمع (پ ۱۵ ع ۱۶)	تمام آسمانوں اور زمین کا علم غیب اسی کو ہے وہ کیسا کچھ دیکھنے والا اور کیسا کچھ سننے والا ہے۔
(۳) فقل انما الغیب لِلّٰہ (پ ۱۱ ع ۷)	آپ فرما دیجئے کہ غیب کی خبر صرف خدا کو ہے۔

مندرجہ ذیل آیات میں غیر اللہ سے علمِ غیب کی مطلق نفی کی جا رہی ہے۔

(۴) وعِندَہٗ مَفاتِحُ الغیبِ لا یعلمھا الا ھُو (پ ۷ ع ۱۳)	اور اللہ ہی کے پاس کنجیاں ہیں تمام مخفی اشیاء کی، نہیں جانتا ہے انھیں لیکن وہی۔

خود آنحضرت صلعم نے غیب کی کنجیوں کی تفسیر ان پانچ چیزوں سے فرمائی جن کا ذکر صراحت سے سورہ لقمان میں آیا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَ	بیشک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے اور وہی مینہ برساتا
یُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَیَعْلَمُ مَا فِی	ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحم میں ہے۔ اور کوئی
الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ	شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا عمل کرے گا۔ اور کوئی
مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ	شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔
نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ	بیشک اللہ سب باتوں کا جاننے والا باخبر ہے۔
اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (پ ۲۱ ع ۱۳)	

جتنے حوادثِ کونیہ اور وقائعِ غیبیہ ہیں سب ان پانچ میں داخل ہیں۔ (۱) حوادثِ سماویہ کو "انزالِ غیب" میں شامل کیا جا سکتا ہے جس کا تعلق آسمان سے ہے۔ (۲) حوادثِ ارضی "علم مافی الارحام" میں داخل ہیں اور (۳) حوادثِ حیات کا تعلق لازماً "ماذا تکسب غداً" سے ہوگا اور (۴) حوادثِ موت وما بعد موت ظاہر ہے کہ "ماتدری نفس بای ارض تموت" میں شامل ہیں۔ جب ان تمام حوادث وامورِ غیبیہ کا علم صرف حق تعالیٰ ہی کے لئے مخصوص ہے اور کسی فردِ بشر کو عطا نہیں کیا گیا تو ظاہر ہے کہ کسی حادثۂ غیب کا علم انسان کو نہیں ہو سکتا اور جب (۵) علمِ قیامت کسی نبی کو نہیں حالانکہ سب اس کی خبر دینے میں متفق ہیں۔ تو اور حوادثِ آتیہ کا علم بدرجہ اولیٰ ان کو نہ ہوگا۔ غرض جب ان پانچ کا علم کسی کو نہ ہوا تو اور چیزوں کا علم بدرجہ اولیٰ نہ ہوا، اسی لئے ان کو "مفاتحِ غیب" کہا گیا ہے، گویا جملہ امورِ غیبیہ ان کے اندر ہیں اور یہ تمام خزائنِ غیب کی کنجیاں ہیں اور جب خزانہ کی کنجی ہی کسی کو نہ ملے تو اس میں سے ایک حبہ بھی نہیں ملسکتا

(۵) وَلَا اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَائِنُ	اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے تمام
اللّٰہِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَا	خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیب کی باتیں جانتا ہوں اور
اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَکٌ (پ ۱۲ ع ۳)	نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔"
(۶) قُلْ لَّا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا	آپ کہہ دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی
ضَرًّا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ وَلَوْ کُنْتُ	نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی جتنا

اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ | کہ خدا تعالیٰ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں
مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ | بہت سے منافع حاصل کر لیا کرتا اور کوئی مضرت ہی مجھ پر واقع
اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ | نہ ہوتی، میں تو محض بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہوں
لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ | ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔ (پ ۹ ع ۱۳)

یعنی میں ایک بندہ ناتوان ہوں اپنے لئے جلب نفع و دفع ضرر کی قوت نہیں رکھتا مگر جو میرا مالک چاہے نفع و دفع سے، پھر اس بیان کو اس طرح موکد کیا جا رہا ہے کہ اگر میں غیب کو جانتا تو جو بات بھلائی اور نفع کی ہوتی اس کو اپنے لئے حاصل کرتا اور جو بات بری اور نقصان کی ہوتی اس سے دور رہتا تاکہ وہ برائی مجھے نہ لگے، لیکن میں تو ایک بندہ عاجز ہوں، میں کیا جانوں کہ میرے رب میرے مالک کے علم میں میرے لئے اچھا کیا ہے اور برا کیا، میرے حق میں اس کا حکم کیا ہے اور کونسی چیز میرے لئے مقدر کر رکھی ہے، جب مجھے اتنا بھی معلوم نہیں تو پھر کسی اور بات کا معلوم ہونا کیسا! یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطور تواضع و ادب نہیں فرما رہے ہیں بلکہ بطریق اعتقادِ قلبی پیش فرما رہے ہیں کیونکہ علم غیب حق تعالیٰ ہی کی خصوصیت خاصہ ہے عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احداً (پ ۲۹ ع ۱۲) سے صاف طور پر اس کی وضاحت ہو رہی ہے اور اوپر جو آیات پیش کی گئیں وہ اس کی تائید کر رہی ہیں، ہر قسم کے اشتباہ و مغالطہ کو رفع کر رہی ہیں۔

اب رہے معجزات تو جیسے ملا علی قاریؒ نے شرح فقہ اکبر میں تصریح کر دی ہے وہ مخصص ہیں اس قضیہ عمومی سے اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (پ ۲۹ ع ۱۲) یعنی جب حق تعالیٰ چاہتے ہیں کسی نبی یا رسول کو بذریعہ وحی کسی غیب پر مطلع کر دیتے ہیں۔ انبیاء سے علم غیب کی نفی عقائد اسلام میں داخل ہے اور کافہ اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے۔ یہ عقائد خود انبیاء علیہم السلام کے تعلیم کردہ ہیں۔ لہٰذا انبیاء سے علم غیب کی نفی کرنے میں ان کی کسی طرح تحقیر نہیں ہوتی، ایسا سمجھنے والا مجنون ہے، کتاب و سنت سے جاہل ہے۔

دیکھو سورہ نمل میں حق تعالیٰ ہدہد کا قول نقل فرما رہے ہیں "اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ" یعنی ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہہ رہا ہے کہ "میں ایسی بات معلوم کر کے آیا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں ہوئی" اس آیت کو سن کر کوئی ہدہد کا بچہ بھی ایسی بیوقوفی نہ کرے گا کہ انبیاء و اولیاء کو

علمِ غیب سے متصف سمجھکر دور دور سے استعانت کے لئے پکارے اور سمجھے کہ وہ اس کے پکارنے کو سُن لیتے ہیں، آدمی کے بچے کا تو کیا ذکر ہے!

اب ذرا چند ان حدیثوں کو بھی سن لو جن سے غیر اللہ سے علمِ غیب کی کلی نفی ہوتی ہے اور حق تعالیٰ ہی سے یہ مختص کیا جاتا ہے۔

(۱) واللہ لا ادری واللہ لا ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم[۱]	یعنی باوجودیکہ میں خدا کا نبی ہوں پھر نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ پیش آئے گا اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ پیش آئے گا
(۲) عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت من اخبرک ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الخمس التی قال اللہ تعالیٰ ان اللہ عندہ علم الساعۃ فقد اعظم الفریۃ[۲]	حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جو تجھ سے یہ کہے کہ آنحضرتؐ وہ پانچ باتیں جانتے تھے جن کا اللہ نے ذکر کیا ہے (آخر سورہ لقمان) تو اس نے بڑا طوفان باندھا۔
(۳) عن الربیع بنت معوذ بن عفراء قالت جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم فدخل حین بنی علی فجلس علی فراشی کمجلسک منی فجعلت جویریات لنا یضربن بالدف و یندبن من قتل من ابائی یوم بدر اذ قالت احدٰھن وفینا نبی یعلم ما فی غد فقال دعی ھذہ وقولی بالذی کنت تقولین۔[۳]	ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلعم میرے مکان میں تشریف لائے جب میری شادی ہوری تھی پھر میرے پاس مسند پر بیٹھ گئے۔ ہماری کچھ لڑکیاں گانے لگیں دف بجا کر اور ہمارے ان بزرگوں کا ذکر کرنے لگیں جو بدر میں مارے گئے تھے ان میں سے ایک کہنے لگی کہ ہم میں ایک ایسا نبی ہے جو جانتا ہے کہ کل کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا مت کہہ بلکہ جو پہلے کہہ رہی تھی وہی کہے جا"

ان تینوں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کی بزرگترین اور کامل ترین ہستی اپنی ذاتِ مقدس سے علمِ غیب کی نفی فرما رہی ہے، پھر آپ کی امت سے کسی کی یہ مجال کیسے ہوسکتی ہے کہ وہ

---

[۱] اخرجہ البخاری عن ام العلاء۔ [۲] بخاری [۳] بخاری۔

علم غیب کی اپنی جانب نسبت کرے۔ امور غیبیہ کا علم بذاتہ کسی انسان کو حاصل نہیں، وہ مخصوص ہے حق تعالیٰ ہی کی ذات کے لئے، انما الغیب للہ کوئی شخص خواہ وہ نبی ہو یا ولی یہ بھی نہیں جان سکتا کہ خود وہ کل کیا کرے گا: وما تدری نفس ماذا تکسب غدا۔

حدیث اول کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ یہ مناقض ہے آیۂ کریمہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر کے اور نیز منافی اس آیت کے، ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ۔ اس لئے یہ حدیث منسوخ ہے اور اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو آپ کا ایسا فرمانا محض خوف و خشیت الٰہی کے لحاظ سے تھا نہ کہ واقعہ کے لحاظ سے۔

عینی نے اس حدیث کی تشریح میں بتلایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اس قول سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنی ذات سے علم غیب کی نفی فرمانا چاہتے ہیں اور صاف طور پر ظاہر فرمانا چاہتے ہیں کہ آپ ہرگز غیب پر مطلع نہیں، نہ اپنی تقدیر سے واقف ہیں نہ کسی اور کی تقدیر سے، نہ اپنے پوشیدہ کاموں سے واقف ہیں نہ غیر کے۔ آپ کا مطلب یہ نہیں کہ آپ اپنی نجات کا بھی یقین نہیں رکھتے اس لئے کہ یہ امر تو بہت ساری دوسری حدیثوں سے ثابت ہو چکا ہے اور آیات قرآنیہ بھی اس پر دلالت کرتی ہیں، لہٰذا اس حدیث کو کسی آیت کا معارض قرار دینا کسی طرح درست نہیں۔ رہا احتمالِ نسخ وہ بھی دو وجوہ سے درست نہیں: (۱) نسخ کا حکم اس وقت تک نہیں لگایا جا سکتا جب تک کہ تاخر ناسخ کا معلوم نہ ہو اور ظاہر ہے کہ یہاں تقدم حدیث کا اور تاخر آیت کا معلوم نہیں۔ (۲) نسخ احکام میں جاری ہوتا ہے "اخبار" میں جاری نہیں ہوتا، اخبار میں نسخ کا حکم لگانا گویا شارع پر کذب کی تہمت لگانی ہے۔ [1]

دوسری حدیث تو آیت قرآنی ہی کی ترجمان ہے۔ اس کا انکار قرآن مبین کا انکار ہے۔ یہاں حجت یہ تراشی جاتی ہے کہ علم غیب کے اقسام میں امتیاز کیا جانا چاہئے۔ ایک علم غیب مطلق ہے دوسرے علم غیب اضافی، غیب مطلق یا غیب حقیقی کا تو علم حق تعالیٰ ہی کو ہوتا ہے لیکن غیب اضافی کے علم کی نسبت

---

[1] دیکھو تحریر ابن ہمام ج ۳ ص ۵۵ مطبوعہ مصر ۱۳۱۶ھ

[ا]نبیاء و اولیاء کی طرف کی جا سکتی ہے۔

دیکھو غیبِ اضافی کے معنی تو یہی ہوئے کہ یہ بعض پر ظاہر ہوتا ہے اور بعض پر پوشیدہ رہتا ہے؛ مثال کے طور پر لذتِ جماع کو لو، یہ رجولیت والے پر غیب نہیں، نامرد یا عنین کے لئے غیب ہے [ا]لوان پر غور کرو، یہ مادر زاد اندھے کے لئے غیب ہیں لیکن آنکھوں والے کے لئے غیب نہیں، یہی حال آوازوں کا ہے، سننے والے کے لئے یہ غیب نہیں مادر زاد بہرے کے لئے ضرور غیب ہے۔ اسی طرح [ح]یدرآباد کا حال حیدرآباد والوں پر غیب نہیں، بریلی والوں کے لئے غیب ہے۔ تو ظاہر ہے کہ غیبِ اضافی کے جاننے میں کچھ اولیاء و انبیاء کی تخصیص نہیں۔ لذتِ جماع جو عنین کے لئے غیب ہے اس کو ہر مرد خواہ وہ کافر ہو یا مومن جانتا ہے، اسی طرح آوازوں کو ہر کان والا خواہ وہ نیک ہو یا بد جانتا ہے اور یہ مادر زاد بہرے کے لئے غیب ہیں۔ انبیاء و اولیاء کو جو وقائع یا حوادث حق تعالیٰ بذریعہ وحی و الہام بتلا دیتے ہیں وہ ضرور ان کو معلوم ہو جاتے ہیں لیکن حق تعالیٰ کے بغیر خبر دیئے کے یہ ہرگز معلوم نہیں ہو سکتے اور حق تعالیٰ نے اس بات کی خبر نہیں دی کہ زمین و آسمان میں جتنے حوادث و واقعات ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں ان کی اطلاع کسی نبی یا ولی کو اس نے دے رکھی ہے۔ لہٰذا ان سب کا علم کلی ثابت کرنا کسی نبی یا ولی کے لئے کرنا محض بے دلیل ہے اور آیاتِ قرآنیہ کا صریح انکار ہے اور اس امر کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انبیاء کی وحی میں غلطی کا کوئی احتمال نہیں ہوتا، شیطان کے تصرف سے یہ قطعاً محفوظ ہے۔ لیکن الہام میں عصمت شرط نہیں، الہام کبھی شیطانی ہوتا ہے اور کبھی رحمانی؛ اسی لئے اولیاء کرام الہام پر اس وقت تک اعتماد نہیں کرتے جب تک کہ وہ کتاب و سنت کے مطابق نہ ہو۔

تیسری حدیث کی تاویل میں مرضیاتی ذہنیت کا استعمال کیا جاتا ہے۔ پہلے تو یہ کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں جمیع علوم موجود ہیں اور ان سب کا علم رسول کو ہونا ضروری ہے ورنہ جہل لازم آئے گا اور جہل منافی شانِ رسول ہے؛ یہاں ایک کھلا مغالطہ ہے۔ قرآن میں جمیع علوم کے موجود ہونے سے مراد جمیع علوم دینیہ کے سوا کچھ نہیں، ان علوم کا تعلق سعادتِ انسانی سے ہوتا ہے جس کے حصول کا انسان مکلف ہے۔ قرآن کریم میں نہ ملائکہ کی جملہ تعداد موجود ہے نہ

ذراتِ زمین کے اعداد اور نہ نجوم کی گنتی۔ نہ انجینرنگ کی تفصیلات اور نہ حیوانات، مصریات، کی کلی توضیحات؛ نہ ان چیزوں کا کتابِ الٰہی میں ہونا ضروری ہے اور نہ ہم ان کے حصول پر مامور ہیں اور نہ رسول پر اُن کی تبلیغ ضروری اور نہ ان سے جہل منافی شانِ رسول، خود حق تعالیٰ نے اس امر کی توضیح کر دی ہے کہ بہت سی باتوں کا ہم نے قرآن میں ذکر نہیں کیا مثلاً: ولقد ارسلنا رسلاً من قبلك منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك۔ (پ ۲۴ ع ۱۴) یعنی بہت سے رسولوں کا ذکر ہم نے کیا ہے اور بہتوں کا ذکر نہیں کیا!

بعض دفعہ یہ کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلعم کا یہ کہنا کہ دعی هذه وقولی بالذی کنت تقولین۔ محض اس بات پر دلالت کرتا ہے آپ کو ان لڑکیوں کی باتوں کے سننے کا اشتیاق تھا جو وہ شہدائے بدر کے متعلق کہہ رہی تھیں، علمِ غیب کا انکار کرنا مقصود نہ تھا۔

اس توجیہ میں بالکل اسی قسم کی ہوشمندی و ذہانت سے کام لیا گیا ہے جو ہمیں اس احمق میں ملتی ہے جس کی ٹانگ میں تیر لگا تھا اور خون بہہ رہا تھا وہ اور اس کی عورت دونوں خون پونچھ رہے تھے اور احمق عقل کا دشمن برابر کہے جا رہا تھا کہ خدا کرے تیر نہ لگا ہو! حضور انور صلعم تو ان لڑکیوں کی اتنی بات سن کر کہ ہم میں ایک نبی ایسا ہے جو کل کی بات جانتا ہے فرماتے ہیں کہ یہ بات چھوڑ دو اور اپنا پہلا قصہ جاری رکھو۔ اور اس کی تاویل یوں کی جا رہی ہے کہ علم غیب کا انکار مقصود نہیں! کل کی بات جاننے کی "نفی" تو قضیہ کلیہ کے طور پر خود قرآن مبین میں حق تعالیٰ فرما رہے ہیں: وما تدری نفس ماذا تکسب غدا۔ یعنی کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا! اب اس صریح تردید کے بعد تاویل کا کونسا دروازہ کھلا رہتا ہے

ع ہشدار کہ رہ خود بخود گم نہ کنی!

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اقوال کی تصدیق ان احوال و واقعات سے بھی کر لو جو آپ کی زندگی میں رونما ہوئے۔ ان میں سے صرف تین کا یہاں ذکر کافی ہوگا۔

---

[1] ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے تھے جن میں بعض تو وہ ہیں کہ ان کا قصہ ہم نے آپ سے بیان کیا ہے اور بعض وہ ہیں جن کا ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔

(۱) واقعہ افک: آپ کی محبوبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر لوگوں نے تہمت لگائی، آپ کو سخت صدمہ ہوا، آپ نے اس کی تحقیق و تفتیش فرمائی، اکابر صحابہؓ سے مشورے کیے، لیکن حقیقت کا انکشاف نہیں ہوا، آپ کے غم و حزن میں اضافہ ہوا اور تیس دن اسی حال میں گذر گئے! بالآخر حق تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو بتلایا کہ عائشہ صدیقہؓ اس تہمت سے پاک ہیں۔

(۲) واقعہ بیر معونہ: اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے حضور انور صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ چند لوگ میرے ساتھ کر دیں جو میری قوم کو دین کی تبلیغ کریں اگر وہ حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں تو میں بھی مسلمان ہو جاؤں گا۔ آپ نے اس کی بات کو صحیح جان کر ستر صحابہ جلیل القدر اس کے ہمراہ کر دیئے۔ راستہ ہی میں اس غدار کی بیوفا قوم نے ان بزرگوں کو شہید کر دیا! جب حضور اکرمؐ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ کو نہایت رنج ہوا، اور ایک مہینے تک قاتلین کے حق میں صبح کی نماز میں آپ نے بددعا فرمائی!

(۳) سورہ تحریم کی شانِ نزول۔ حضور انورؐ کو شہد نہایت مرغوب تھا، آپ حضرت زینبؓ کے ہاں تشریف لیجا کر شہد نوش فرماتے تھے۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے آپس میں مشورہ کیا کہ کوئی ایسی ترکیب نکالنی چاہیے کہ آپ کا حضرت زینبؓ کے ہاں زیادہ ٹھہرنا کم ہو جائے، سوچ بچار کے بعد بات یہ ٹھہری کہ ہم میں سے جس کے پاس پہلے آپ کی تشریف آوری ہو وہ آپ سے کہے کہ آپ کے منہ سے تو مغافیر کی بو آتی ہے۔ آپ کے قلبِ مبارک میں یہ شبہ پیدا کیا جائے کہ جو شہد آپ نوش فرماتے ہیں شاید ان مکھیوں کا ہو جو مغافیر پر بیٹھی ہوں۔ چونکہ بدبو سے آپ کو نفرت ہے اس لئے شہد پینا ترک فرما دیں گے اور اس طرح حضرت زینبؓ کے پاس کی نشست کم ہو جائے گی۔ ان بیویوں کی یہ بات چل گئی اور حضور انورؐ نے قسم کھالی کہ اب شہد کبھی نہ پیوں گا![1]

جس بات کی قرآن مبین نے صاف صریح الفاظ میں وضاحت کی، جس بات کو رسول اکرم صلعم نے خوب کھول کر بیان کیا، جس بات کی تائید آپ کی زندگی کے مختلف و متعدد واقعات سے ہوتی ہے

[1] یہ تینوں واقعات صحاح ستہ کی ہر کتاب میں موجود ہیں۔

وہ صرف اتنی ہے کہ حق تعالیٰ ہی عالم غیب ہیں ان کے سوا مخلوقات میں کوئی ہستی عالم غیب نہیں ان ہی کے علم عطا فرمانے پر انبیاء و اولیاء کو غیب کے بعض واقعات کا علم ہوتا ہے، یہ ان کی اختیاری چیز نہیں کہ جب چاہا معلوم کر لیا، یہ حق تعالیٰ ہی کا اختیاری فعل ہے کہ جب چاہا اور جتنا چاہا کسی نبی و رسول کو بذریعہ وحی غیب پر مطلع کر دیا! اسی بات کو حضرت سعدیؒ نے اپنے مشہور اشعار میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے الفاظ میں اس طرح ادا کر دیا ہے ؎

یکے پرسید زاں گم کردہ فرزند ۔۔۔ کہ اے روشن گہر پیرِ خردمند!
ز مصرش بوئے پیراہن شمیدی ۔۔۔ چرا در چاہِ کنعانش ندیدی!
بگفتا حالِ من برق جہاں است ۔۔۔ دمے پیدا و دیگر دم نہانست!
گہی بر طارم اعلیٰ نشینم ۔۔۔ گہے بر پشت پائے خود نہ بینم!
اگر درویش بر حالے بماندی ۔۔۔ دو دست از ہر دو عالم بر فشاندی

اشراک فی التصرف اور اشراک فی العلم کو اچھی طرح سمجھ جانے کے بعد اب یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ ندا و صدا کی مندرجہ ذیل تمام صورتیں قطعاً ناجائز اور حرام قرار پاتی ہیں کیونکہ یہ کفر و شرک کی طرف منجر ہوتی ہیں۔

(۱) درد و مصیبت کے وقت اولیاء اللہ کو اس عقیدہ کے تحت پکارنا کہ یہ ہر جگہ سے ہماری ندائے درد کو سن لیتے ہیں اور ہماری اعانت کر سکتے ہیں، یہ قطعاً اشراک فی العلم و اشراک فی التصرف ہے۔ تمام فقہاء نے اس کی تکفیر کی ہے۔ قرآن کریم اور احادیث نبوی سے اس کا تفصیلی ثبوت اوپر دیا جا چکا ہے۔

(۲) اولیاء اللہ کی قبروں پر جا کر ان کو پکارنا۔ اس کی دو صورتیں ہیں: (ا) قبر کے نزدیک جا کر ان سے یہ کہنا کہ "آپ میری فریاد کو سنئے، میری بلا کو ٹال دیجئے، میری حاجت کو روا کیجئے" یہ استغاثہ و استعانت دعا اور طلبِ حاجت ہے خواہ قریب سے کی جائے یا دور سے، اور یہ سراسر شرک اور کفر ہے۔ دعا کی تفصیل میں اوپر اس کا ثبوت دیا جا چکا ہے۔

(ii) قبر کے نزدیک جا کر ان سے یہ کہنا کہ "آپ میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ میری بلا کو ٹال دے

ور میری حاجت کو روا کرے" یہ قطعاً بدعت ہے۔ قرونِ مشہود لہا بالخیر میں کسی نے ایسا نہیں کیا۔ امام ابو حنیفہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ صالحین کی قبروں پر آکر کہہ رہا ہے کہ "ھل لکم من خبر وھل عندکم من اثر انیتکم ونادیتکم من شہور ولیس سوالی منکم الا الدعا، فھل دریتم ام غفلتم" لے اہلِ قبور چھ تم کو خبر بھی ہے اور کیا تم پر کچھ اثر بھی ہوتا ہے کہ کئی ماہ سے میں تمہارے پاس آتا ہوں اور تم کو پکارتا ہوں؟ میرا سوال تم سے صرف اتنا ہے کہ تم میرے لئے دعا کرو، کیا تم کو میرے حال کی خبر بھی ہے یا تم افل ہو میرے حال سے۔" یہ سن کر امام اعظمؒ نے اس شخص سے پوچھا "ھل اجابوا لک"؟ کیا انھوں نے تجھ کو وئی جواب دیا" اس نے کہا "نہیں" آپ نے عتاب آمیز لہجہ میں فرمایا "سحقا لک وتربت یداک کیف تکلم اجسادا لا یستطیعون جوابا ولا یملکون شیئا ولا یسمعون صوتا" یعنی "پھٹکار ہو تجھ پر! خاک آلود وں تیرے دونوں ہاتھ! ایسے جسم کیسے بات کر سکتے ہیں جو جواب کی طاقت ہی نہیں رکھتے، جو کسی شے ے مالک نہیں، جو کوئی آواز بھی نہیں سن سکتے! پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: "وما انت بمسمع من فی القبور" نی حق تعالیٰ حضور انور صلعم کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں" آپ ان لوگوں کو جو قبر میں ہیں کچھ نہیں سنا سکتے"۔[1]

امام اعظمؒ کے اس عتاب سے مندرجہ ذیل امور کی وضاحت ہو رہی ہے:۔

(۱) اولیاء و صالحین کی قبروں پر آکر ان سے خطاب کسی طرح جائز نہیں۔ آپ نے ایسے لوگوں بیدردی سے جو اہلِ قبور سے دعا کے طالب ہوتے ہیں! اگر آپ کو ان جہال کا حال معلوم ہوتا جو اہلِ قبور ے رزق، صحت و اولاد مانگتے ہیں اور ان کو مستقل یا غیر مستقل طور پر اس پر قادر جانتے ہیں تو یقیناً ان کو رک د کافر و ملعون قرار دیتے اور گردن مارنے کا حکم دیتے!

(۲) مردے نہ سن سکتے ہیں اور نہ جواب دے سکتے ہیں۔ پھر بلاؤں کا ٹالنا، مصیبتوں کا دور کرنا سے کیا ہو سکتا ہے! اور جب یہ نزدیک سے سن نہیں سکتے تو دور کی کب سنیں گے؟ محققین حنفیہ سماع نی کے قائل نہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کشتگانِ بدر سے جو خطاب فرمایا تھا اس کی توجیہ ف طریقوں سے کی گئی۔ بہترین توجیہ یہ ہے کہ:۔

---

[1] غرائب فی تحقیق المذاہب۔

یہ آپ کا معجزہ تھا، حق تعالیٰ نے آپ کی بات کفار موتی کو سنا دی تھی، چنانچہ کفایہ میں ہے و من اجوبتھم انہ لوصح فذالک معجزۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کافی شرح وافی میں صراحت کی گئی ہے کہ والمقصود من الکلام الافہام وذا بالاسماع وذا لا یتحقق بعد الموت یعنی مقصود کلام سے افہام ہے اور یہ السماع کے ذریعہ ہوتا ہے اور السماع موت کے بعد محقق نہیں" اسی طرح عینی شرح ہدایہ میں: قولہ لان المقصود من الکلام الانہام ای افہامہ فلانًا والموت ینا فیہ ای ینافی الکلام الاسماع والمیت لیس باھل السماع الا تری الی قولہ تعالیٰ انک لا تسمع الموتی والی قولہ تعالیٰ وما انت بمسمع من فی القبور۔

شرح مواقف[1] میں تصریح کی گئی ہے کہ علم و قدرت وارادہ، سمع بصر میت کے لیے ثابت کرنا فرقہ صالحیہ کا عقیدہ ہے جو معتزلہ کا ایک گروہ ہے: "الصالحیہ اصحاب الصالحی ومن مذھبھم جوز قیام العلم والقدرۃ والارادہ والسمع والبصر بالمیت ویلزمھم جواز ان یکون الناس مع اتصافھم بھذہ الصفات امواتا وان لا یکون الباری تعالیٰ حیا" یعنی صالحیہ گروہ ہے صالحی کا اور مذہب ان کا یہ ہے کہ انھوں نے میت کے لئے علم و قدرت وارادہ وسمع وبصر کو جائز قرار دیا ہے، ان کے مذہب کی رو سے تو یہ لازم آتا ہے کہ جو لوگ ان صفات سے متصف ہیں وہ سب مردہ ہیں اور حق تعالیٰ بھی زندہ نہیں!" اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر گور پرست مشائخ اسی فرقہ ضالہ کے عقیدہ پر قائم ہیں نعوذ باللہ من ذلک۔

غرض جب مردے سن نہیں سکتے اور اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے کافروں کی تشبیہ عدم سمع میں مردوں سے دی اور اثباتِ سمع عقیدہ ہے صالحیہ مفسدین کا جو معتزلہ کا گروہ ہے تو پھر قبروں کے پاس جاکر مردوں کو پکارنا اور ان سے دعا کی درخواست کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی بے عقل پتھر کو پکارے اور اس سے دعا کی خواہش کرے! یہ فعل کسی پاگل سے تو صادر ہو سکتا ہے عاقل و ہوشمند سے کیسے ممکن ہے عموماً ایسے ہی پاگل مردوں کو قبروں میں نہ صرف زندہ اور توانا سمجھتے ہیں بلکہ ان کو حق تعالیٰ کے با

---

[1] شرح مواقف تذئیل فی ذکر فرق بعد موقف سادس ص ۵۰۰، مطبوعہ نولکشور

اپنا شفیع اور مقرب بھی جانتے ہیں، اسی لئے وہ ان کی عبادت کرتے ہیں یعنی ان کے سامنے ذلیل وخوار بن کر کھڑے ہوتے ہیں، ان کی قبروں کو بوسہ دیتے ہیں اور ان کا طواف بھی کرتے ہیں اور کفر وشرک میں مبتلا ہوجاتے ہیں! ذلک ھو الخسران المبین!

یہاں غلط فہمی کے رفع کرنے کے لئے اس امر کا تذکرہ ضروری ہے کہ جو شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر دور سے درود بھیجتا ہے اس کو آپ تک فرشتے پہنچاتے ہیں، آپ اس کو نہیں سنتے! البتہ بزرگانِ دین اور محققین شرع متین نے اس امر کی تصریح کی ہے اور روایاتِ مرفوعہ میں بھی یہ امر مذکور ہے کہ جو شخص آپ کے مزار مبارک کے قریب درود بھیجتا ہے اس کو آپ بخوبی سنتے ہیں۔ چنانچہ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی نے شعب الایمان میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی نائیا ابلغتہ"[1] یعنی" جو درود بھیجتا ہے میری قبر کے نزدیک اس کو میں خود سنتا ہوں اور جو درود بھیجتا ہے مجھ پر دور سے وہ مجھ تک پہنچایا جاتا ہے یعنی بذریعہ ملائکہ اور میں خود براہِ راست نہیں سنتا، ورنہ پہنچانے کی ضرورت نہ ہوتی جیسا کہ قبر کے پاس کے درود کے متعلق پہنچانے کا ذکر نہیں کیا!!

اسی طرح ابنِ حجر مکی نے شرح ہمزیہ میں ذکر فرمایا ہے: "اذا صلی وسلم علیہ عند قبرہ سمعہ سماعاً حقیقیاً ویرد علیہ من غیر واسطۃ وان صلی وسلم علیہ من بعید لا یسمعہ الا بواسطۃ، یدل علیہ احادیث کثیرۃ" یعنی جب کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس سے آپ پر درود وسلام بھیجتا ہے تو آپ اس کو حقیقت میں سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اس کا بلا واسطہ اور اگر کوئی دور سے آپ پر درود وسلام بھیجتا ہے تو آپ اس کو نہیں سنتے مگر بواسطہ (یعنی فرشتے آپ تک پہنچاتے ہیں[2]) بہت سی حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں۔"

اسی چیز کو شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں یوں تصریح کی ہے: سخن دراں ماند کہ

---

[1] مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصل ثالث۔ [2] ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی عن امتی السلام (سفیان ثوری کی حدیث عبداللہ بن مسعود سے رواہ النسائی وابو حاتم فی صحیحہ)

ایں فضیلت رد سلام از آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخصوص بزائران قبر شریف اوست صلی اللہ علیہ وسلم مثل داخل در مجلس کہ سلام گوید یا عام است بر ہر کسی را کہ سلام فرستد چنانکہ در تشہد وغیراں، وظاہر ہمیں است الا آنکہ سلام زائراں بنفس شریف خود بے واسطہ سماع فرمایند در وسلام نمایند و دیگراں بواسطہ ملائکہ یا چنیں بود۔[1]

خوب سمجھ لو کہ یہ امر یعنی رد وبلوغ سلام وغیرہ روایات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے آیا ہے، باقی رہے اور انبیا اگرچہ حیات وصلوٰۃ ان کی قبر میں مسلم ہے مگر تبلیغ سلام ورد جواب کی کوئی تصریح نہیں کی گئی۔ المومن وقاف۔

بیانِ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ ندائے بعید کو نبی ہو یا ولی کوئی نہیں سنتا اور ندائے قریب کا سننا مخصوص ہے انبیاء کے لئے، کسی ولی یا غوث وقطب کو یہ امر نصیب نہیں!

ہماری اس تصریح کے خلاف بعض کم عقل ضعیف احادیث کو پیش کرتے ہیں، اپنی ضعفِ عقلی اور کتاب وسنت سے عدم مزاولت کی وجہ[2] سے ان احادیث کا صحیح مفہوم نہیں سمجھتے اور دعوے کرتے ہیں کہ انبیا واولیا ندائے بعید کو بھی سن سکتے ہیں، نہ صرف سن سکتے ہیں بلکہ ہماری مدد بھی کر سکتے ہیں لہذا ہمیں پکارنا چاہیے، یا محمداہ، یا غوث، یا خواجہ، یا نقشبند، یا بدوی، یا شاذلی ہماری مدد کرو، اس میں انھیں نہ اشراک فی العلم کا کوئی شائبہ نظر آتا ہے اور نہ اشراک فی التصرف کا! انا للہ وانا الیہ راجعون!

ذرا ان کی پیش کردہ احادیث پر غور کرو۔ ابن سنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں دو روایتیں بیان کرتے ہیں، عبداللہ بن عمرؓ کے پیر میں چیونٹیاں بھر گئی تھیں ان سے کسی نے کہا کہ آپ اپنے محبوب ترین شخص کو پکاریئے۔ انھوں نے یا محمداہ پکارا اور کھڑے ہو کر چلنے لگے۔ یہی حال عبداللہ عمرو بن العاصؓ کا ہوا، انھوں نے یا محمد کا نعرہ مارا اور ایسے ہوگئے جیسے پیر سے بندھی رسی کھل گئی ہو۔"

یہ حدیث حصن حصین میں ان الفاظ میں ہے: واذا خدرت رجلہ فلیذکر احب الناس الیہ اس کو موقوفاً ابن سنی نے نقل کیا ہے اور ظفر جلیل میں تحت الفائدہ یہ لکھا ہے کہ "یاد کرے محبوب کو تاکہ حاصل ہو خوشی۔ پس کہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ سب سے زیادہ محبوب ہیں۔"

---

[1] شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۴۱۹ باب فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم طبع کلکتہ ۱۲۵۲ھ۔ [2] اور اس وجہ کو کہ ان کا علم فروغ مذاہب پر منحصر ہے

علمار حق نے اس حدیث کے متعلق جو تحقیق کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:۔

(۱) یہ حدیث مرفوع نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہو بلکہ موقوف ہے اور حدیث موقوف حجت نہیں خصوصاً جس وقت کہ صدہا آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کے خلاف اور معارض ہو! چنانچہ علمائے اصول نے تصریح کردی ہے کہ قول الصحابی لیس بحجۃ یعنی صحابی کا قول حجت نہیں۔

(۲) اس حدیث کو اگر تسلیم بھی کرلیا جائے تو اس سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ پیر کے سُن ہوجانے کے وقت کسی محبوب کو یاد کرنا چاہئے، یاد کرنے سے خوشی حاصل ہوتی ہے اور خون جوش میں آتا ہے اور نتیجہ کے طور خدر دور ہوجاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک دوائے طبی اور عملِ حکمت ہے اور ادویہ طبیہ واعمال حکمت کو دین میں کیا دخل؟ اطبا نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ خدر کا سبب اخلاطِ بلغمیہ وریاحات غلیظہ ہیں، خوشی و فرحت سے خون میں جوش ہوتا ہے اور ریاح تحلیل ہوجاتی ہیں۔ دوست کا یاد کرنا خوشی پیدا کرتا ہے خوشی خون میں تغیر پیدا کرتی ہے اور نتیجہ کے طور پر مرض رفع ہوتا ہے اس سلسلہ علت و معلول کا تعلق نہ ندائے بعید کے سننے سے نظر آتا ہے نہ اولیا، وانبیار کی اعانت، مدد کو!

مزید تحقیق سے مندرجہ ذیل امور قابلِ لحاظ نظر آتے ہیں۔

(۳) اس حدیث کی بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تعلیم کسی نبی سے تو کیا صحابی سے بھی نہیں ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ کسی صحابی کے پیر سُن ہوگئے تو کسی نے کہا کہ تم اپنے محبوب ترین دوست کو یاد کرو، انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا معلم کوئی مجہول شخص ہے اور تعلیم مجہول حجت نہیں۔ چنانچہ نووی نے اذکار میں جو روایت کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں

عن الھیثم بن حنش قال کنا عند عبد اللہ بن عمر فخدرت رجلہ فقال لہ رجل اذکر احب الناس الیک فقال یا محمد صلی اللہ علیک وسلم فکانما نشط من عقال" یعنی ہم عبد اللہ بن عمرؓ کے ہاں تھے، ان کا پیر سن ہوگیا، ایک شخص نے کہا کہ یاد کرو احب الناس کو تو انھوں نے کہا کہ اے محمد رحمت کرے خدا آپ پر اور سلام نازل کرے سو اسی وقت ان کا پیر کھل گیا جیسے اونٹ رسی سے کھل جاتا ہے۔ ظاہر ہے

کہ اس روایت سے بھی پتہ نہیں چلتا کہ اس نسخہ کا بتلانے والا کون تھا۔

(۴) اس سلسلہ میں یہ امر نہایت ضروری ہے کہ ہم یاد کرنے کے صحیح معنی کا تعین کریں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یاد کرنا دو طرح پر ہو سکتا ہے:۔

(i) ایک وہ جس کا ثبوت شریعت میں ملتا ہے وہ یہ کہ آپ کے فضائل صحیحہ جو احادیث اور قرآنِ کریم میں وارد ہوئی ہیں ہم ان کا تذکرہ کریں جو مصائب اور آفات آپ نے ہماری ہدایت اور رہبری کی خاطر اٹھائی ہیں ان کو یاد کریں، آپ کے خصائل محمودہ، اخلاقِ حمیدہ، عاداتِ پسندیدہ کا چرچا کریں۔

(ii) دوسرا طریقہ جو قطعاً خلافِ شرع ہے یہ ہے کہ آپ کو دور سے پکاریں، ندا دیں، مدد مانگیں استغاثہ کریں، یہ موہم شرک ہے اور قطعاً ناجائز، اس روایت سے تذکیر یا یاد کرنے کے معنی خلافِ شرع مراد لینا مشرکانہ ذہنیت کا پتہ دیتا ہے۔ موحد حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد آپ پر درود بھیج کر کرتا ہے جو حق تعالیٰ کا تعلیم کردہ طریقہ ہے، آپ کی احادیث کا چرچا کرتا ہے جو نزولِ رحمت کا باعث ہے۔

(۵) دیکھو بعض روایتوں میں لفظ یا مذکور ہی نہیں، اس سے واضح ہوتا ہے کہ ندا ضروری نہیں اور تذکیر بغیر ندا کے ہی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ مجاہد کی روایت اسی پر دلالت کرتی ہے۔ عن مجاھد فقال خدرت رجل رجل عند ابن عباسؓ، فقال ابن عباس اذکر احب الناس الیک فقال محمد صلی اللہ علیہ وسلم فذھب خدرہ، یعنی مجاہد سے روایت ہے کہ ابنِ عباسؓ کے پاس ایک شخص کا پیر سن ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اپنے محبوب ترین دوست کو یاد کرو، اس نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کا خدر جاتا رہا۔

اور خطاب جو مقرون بصلوٰۃ ہو وہ شرعاً جائز بھی ہے کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ درود کے پہنچانے کے لئے ملائکہ مقرر ہوتے ہیں۔ ان کے ذریعہ درود کی اطلاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو جاتی ہے یا پھر شوق و محبت میں پکارا جا سکتا ہے اس میں آپ کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ منضم نہیں ہوتا جو صریحاً شرک ہے۔

(۶) آخر میں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ آثار نہ قولی ہیں نہ فعلی کہ ان کی تعمیم کی جائے اور ان سے یہ ثابت کیا جائے کہ ہر تکلیف یا مصیبت کے وقت احب الناس کو یاد کیا جائے، نیز یہ امر سلف کی

ت بھی نہیں کہ وہ مصیبت کے وقت ایسا کیا کرتے تھے! اور نہ یہ کسی مجتہد مسلم الاجتہاد کا مذہب ہے مصیبت کے وقت "احب الناس" کو یاد کیا جائے تاکہ مشکل حل ہوجائے آفت ٹل جائے اور مصیبت ہوجائے۔ اس کے برخلاف ہم نے اوپر قرآن کریم سے اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ مصیبت کے وقت نے حق تعالیٰ ہی کو پکارا، ان ہی سے اعانت چاہی اور غیر اللہ کا اس سلسلہ میں خیال بھی نہ آنے دیا ز بلند کہا ہے

ایں بسکہ دلم جز تو ندارد کامے تو خواہ بدہ کام دلم خواہ مدہ![1]

جن لوگوں کے قلوب میں غیر اللہ سے مدد چاہنی سماگئی ہے اور یہ طبیعتوں میں رچ گئی ہے یک دوسری حدیث اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں: "حصن حصین میں حضرت سے مروی ہے کہ آپ س شخص کے متعلق جو راہ گم گشتہ ہو فرمایا کہ پکارے اعینونی یا عباد اللہ اے بندگانِ خدا تم ں مدد کرو" اس حدیث سے استناد کرکے کہا جاتا ہے کہ "ہم راہِ گم گشتہ ہیں، ہم پکارتے ہیں اعینونی اد اللہ! یا غوث! یا خواجہ یا نقشبند یا بدوی یا شاذلی! ہماری مدد کرو!

حصن حصین کے الفاظ یہ ہیں: ان ارادعونا فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی د اللہ اعینونی (رواہ الطبرانی) اس حدیث سے جو استدلال کیا گیا ہے اس پر علماء حق نے جو تنقید کی ہے خلاصہ یہ ہے:۔

(۱) اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابن حسان ہے جو محدثین کے نزدیک منکر الحدیث ہے ہی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے!

(۲) اس کی سند منقطع بھی ہے، بیچ میں ایک راوی چھوٹ گیا ہے[2] اور منقطع کا حکم مثل مرسل ہے ثین اور اہلِ اثر کی جماعت کے نزدیک یہ حجت نہیں!

(۳) اس حدیث کے راویوں میں ایک راوی عتبہ بن غزوان ہے وہ مجہول الحال ہے یعنی اس کا

---

[1] امی ہو کا پہلا شعر یہ ہے یا من ملکوت کل شی بیدہ - طوبیٰ لمن ارتضاک ذخراً لغدہ

[2] ن بریدہؓ اور ابنِ مسعودؓ کے درمیان۔

تقویٰ اور عدل معلوم نہیں۔ چنانچہ تقریب ابن حجر میں اسی بنا پر استدلال کیا گیا ہے کہ جب اس حدیث کا ایک راوی ضعیف اور مجہول الحال ہو تو یہ نہ قابلِ اعتماد ہے اور نہ لائق استدلال!

(۴) جرح سے قطع نظر کرکے اگر ہم اس حدیث کو تسلیم بھی کرلیں تو ہم عقلِ سلیم کا واسطہ دے کر پوچھتے ہیں کہ کیا یہ اموات سے استعانت پر دلیل ہو سکتی ہے؟ عباد اللہ سے مراد تو فرشتے ہیں جو حفاظت کے لئے معین و مقرر ہیں۔ چنانچہ فیض القدیر شرح جامع الصغیر[1] میں اس کی یوں توضیح کی گئی ہے:

ان للہ ملائکۃ فی الارض یسمون الحفظۃ یکتبون ما یقع فی الارض من ورق الشجرۃ فاذا اصاب احدکم حرجۃ واحتاج الی عون بفلاۃ من الارض فلیقل اعینونی عباد اللہ رحمکم اللہ فانہ انشاء اللہ بیان (رواہ ابن السنی والطبرانی من حدیث الحسن بن عمر عن معروف ابن حسان[2] عن سعید ابن ابی عروبۃ عن ابی بریدہ عن ابن مسعود۔ قال ابن حجر حدیث غریب ومعروف قالوا منکر الحدیث وقد تضرو بہ وفیہ انقطاع بین ابی بریدہ وابن مسعودؓ) یعنی اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں مقرر ہیں جن کو حفظ اور نگہبان کہتے ہیں جو درخت کا پتہ زمین پر گرتا ہے اس کو لکھا کرتے ہیں تو جب ہم میں سے کسی کو تکلیف پہنچے اور مدد کا محتاج ہو زمین کے کسی صاف میدان میں تو اس کو چاہیئے کہ یوں کہے کہ اے خدا کے بندو میری مدد کرو، اللہ تم پر رحم فرمائے، ایسے کہنے سے بیشک مدد حاصل ہوگی۔"

دیکھو عباد اللہ سے مراد فرشتوں کا ہونا خود حدیث ہی سے ثابت ہے جو زندہ ہیں، اب اہلِ استمداد کا اموات کو اپنی مدد کے لئے پکارنا ان کی مشرکانہ طبیعت کی ایجاد ہے، حدیث سے اس کی اجازت کہاں نکلتی ہے۔ ہم اوپر بتا آئے ہیں کہ قرآنِ کریم نے مخلوق سے استعانت ان امور میں جائز رکھی ہے جو ان کی قوت و قدرت کے احاطہ میں ہوں، یہ استعانت بالمربوبیت یا عون ما بین العباد ہے۔ جب کسی کا گھوڑا بھاگ جائے یا کوئی چیز کھو جائے تو اس معاملہ میں ادنیٰ لوگوں سے بھی مدد لی جا سکتی ہے جس امر میں مخلوق سے استعانت کر سکتے ہیں اس میں ملائکہ، ابدال اور جنوں سے مدد لی جا سکتی ہے۔ یہ زندہ مخلوق سے ان امور میں استعانت کرنا ہے جو ان کے دائرہ قدرت میں شامل ہے۔ اب رہی

---

[1] فیض القدیر ج ا ص ۳۰۷ مطبوعہ مصر ۱۳۵۶ھ [2] منکر الحدیث (میزان ذہبی)

استعانت جو حق تعالیٰ سے مخصوص ہے، استعانت بالربوبیت وہ کسی طرح اس حدیث سے ثابت
ں ہوسکتی اور نہ کسی ذی علم وذی ہوش نے اس کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ استعانت
ن الاموات کا یہاں تو شائبہ بھی نہیں پایا جاتا۔

(۵) بفرضِ محال ہم مان لیتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور اس سے بات بھی وہی ثابت
تی ہے جو اہل استمداد سمجھتے ہیں! دعا و استعانت کے متعلق اوپر جو تصریحات پیش کی گئیں ان کو پیشِ نظر
کر یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ حدیث جو خبر واحد ہے قرآن مبین کے معارض و مخالف ہے اور اسی وجہ
ے رد کردی جانی چاہئے کیونکہ قرآن مقدم ہے، اس کا تقدم اس کی قطعیت اس کے متواتر النظم
نے اور اس کی سند کا شبہ سے آزاد ہونے پر مبنی ہے۔

(۶) اس حدیث کے مخالف و معارض دوسری حدیث بھی اسی کتاب حصن حصین میں ملتی ہے جس کو
نی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے: اذا اضاع لہ شیئاً او ابق فلیقل: اللھم راد الضالۃ
دی الضالۃ انت تھدی من الضلالۃ لتارد علی ضالتی لقدرتک وسلطانک فانھا من عطائک
ضلک یعنی "جب آدمی کی کوئی چیز گم ہوجائے یا اس کا غلام بھاگ جائے تو یوں دعا کرے: اے خدا
یر لاتا ہے گم ہوئی چیز کو، اے بھولے بھٹکے کی راہ بتلانے والے تو ہی راہ بتلاتا ہے بھول اور گمراہی سے
و میرے پاس میری گم ہوئی چیز کو اپنی قدرت اور غلبہ سے کہ وہ چیز تیری بخشش اور احسان ہے۔"

علاوہ بریں ابن عباس رضؓ سے جو حدیث مروی اور جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے اس میں
ت طور پر حکم دیا گیا ہے فاذا استعنت فاستعن باللہ یہ معارض و مخالف ہے حدیث اعینونی
ور ظاہر ہے کہ حدیث ابن عباس موافق ہے فحوائے کلام مجید کے لہٰذا اس کو دوسری حدیث
یح ہونی چاہئے۔

(باقی آئندہ)